وفاقی شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک کی اپیل

چند قابلِ غور پہلو

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
استاذِ جامعہ وناظم تخصص فقہِ اسلامی

وفاقی شرعی عدالت نے مؤرخہ ۲۸/اپریل ۲۰۲۲ء کو انسدادِ ربا کے بارے میں جو فیصلہ صادر فرمایا تھا، اس فیصلہ کو ۲۵/مئی ۲۰۲۲ء سپریم کورٹ آف پاکستان میں چیلنج کردیا گیا ہے، یہ اپیل اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی طرف سے دائر کی گئی ہے، اپیل میں کیا موقف اختیار کیا گیا؟ اس کے مندرجات فنی و انتظامی لحاظ سے کس قدر مضبوط یا کمزور ہیں؟ اس کا فیصلہ ماہرینِ قانون کا کام ہے، ہم نے یہاں سرِدست دو باتوں پر غور کرنا ہے:

① -اسٹیٹ بینک کیا ہے؟ اس کا ضابطۂ کار اور دائرۂ اختیار کیا ہے؟

② -وفاقی شرعی عدالت کیا ہے اور اس کا ضابطۂ کار اور دائرۂ اختیار کیا ہے؟:

اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے بنیادی وظائف میں، نوٹوں کا اجراء، مالی انضباطِ نگرانی، بینکوں کا بینک ہونا، حتمی قرض دہندہ، حکومت کے لیے بینکر ہونا اور زری پالیسی کا انتظام، جب کہ ثانوی وظائف میں رابطہ کاری، سرکاری قرضوں کا انتظام، زرِمبادلہ کا انتظام، حکومت کو معاشی مشورے دینا اور بین الاقوامی مالی اداروں کے ساتھ تربیتی روابط رکھنا۔ نیز اب اسٹیٹ بینک، مرکزی بینک کی روایتی ذمہ داریوں سے آگے بڑھ کر ترقیاتی امور میں شرکت بھی کرنے لگا ہے، مثلاً: پاکستان میں بینکاری نظام کا احیاء، نئے مالیاتی اداروں کا قیام، بیرونی ممالک سے لیے گئے قرض کے استعمال میں راہ نمائی اور اِعانتی قرضوں کی فراہمی وغیرہ بھی اسٹیٹ بینک نے اپنے کاموں اور ذمہ داریوں میں شامل کر رکھی ہے۔ (۱)

جبکہ وفاقی شرعی عدالت ۱۹۸۰ء میں مختلف کورٹس کے شریعہ بنچز کے اختتام و انضمام کے طور پر وجود پذیر ہوئی، جو جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دینی کارناموں میں شمار کی جاتی ہے، اس عدالت کا دستوری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دائرۂ کار یہ متعین کیا گیا تھا کہ ملک میں نافذ العمل قوانین کے قرآن وسنت کے موافق یا مخالف ہونے کی سماعت کرے اور متعلقہ اداروں کو ہدایات جاری کرے، چنانچہ اس عدالت نے ایسے بہت سارے قوانین کو بارہا کالعدم قرار دینے کی کوشش کی، جن کے متعلق عدالت کا یہ خیال بنا کہ وہ قرآن وسنت کے منافی ہیں، یہاں تک کہ ضیاء الحق مرحوم نے خود اپنے جاری کردہ قوانین کی کینسلیشن کا اختیار بھی اس عدالت کو دے رکھا تھا، جس سے اس عدالت کے اختیارات اوران کے اثرات پر کافی حد تک اعتماد سازی کا فائدہ حاصل ہوا اور اب تک یہی سمجھا جا رہا ہے، مگر یہ عظیم اختیارات ایسے چار مستثنیات [۲][۳] کے ساتھ دیے گئے تھے جن کی طرف عموماً دھیان نہیں دیا جاتا اور اس عدالت کے فیصلوں کو محض شرعی اصدارات کے درجہ میں دیکھا جاتا ہے اور جوجج صاحبان بڑی محنتوں سے سینکڑوں صفحات پر فیصلے سنتے اور لکھتے ہیں، وہ چندسطری اپیلوں کے سامنے پارچۂ پاریدہ بن جاتے ہیں، ان شرعی عدالتوں کے ایسے قیمتی فیصلوں کے سامنے حائل یہ چار طاقت ور مستثنیات پر نظر فرمائیں:

① -وفاقی شرعی عدالت ملکی دستور کے تحت قائم ہوتی ہے، جس قانون اور دستور کے تحت یہ عدالت وجود میں آتی ہے، یہ عدالت اس قانون کو منسوخ نہیں کرسکتی، یعنی یہ جنم یافتہ ادارہ اپنے جنم دہندہ کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا؛ لہٰذا دستور میں قرآن وسنت کے خلاف رہ جانے والے امور کی اصلاح کا راستہ وفاقی شرعی عدالت کے علاوہ کوئی اور ہونا چاہیے۔

② -عدالتی پروسیجر کا استثناء تھا، یعنی ضابطۂ دیوانی وضابطۂ فوجداری کا استثناء تھا۔

③ -عدالتِ بالا کے قیام کے وقت سے ہی ایک مدت کے لیے مالیاتی قوانین کو اس عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر رکھا گیا تھا، اس کے لیے مختلف بہانے کیے گئے تھے۔

④ -شخصی قوانین کا استثناء رکھا گیا۔ اس استثناء کے ذریعہ صدر ایوب خان مرحوم کے بنائے ہوئے مسلم فیملی لاء آرڈیننس کا تحفظ مقصود تھا۔ یہ مسلم فیملی لاء مغرب زدہ طبقہ اور جدیدیت کا زبردست مظہر تھا۔ [۴]

خیر شرعی عدالت نے ان چار استثناؤں کے ساتھ کام شروع کیا، مگر مالیاتی امور سے متعلق استثناء کا تین سالہ دورانیہ مکمل ہونے لگا تو ضیاء الحق مرحوم نے ۵ سال تک توسیع کردیا، پھر ۵ سال ہونے لگے تو اسے دس سال تک وسیع کردیا، پھر ضیاء صاحب کے بعد ۱۹۸۸ء میں جمہوری حکومت آئی تو اس عدالت کے اختیارات حکومت واپوزیشن کے درمیان آنکھ مچولی کا شکار رہے۔ ۲۴/جون ۱۹۹۰ء کو جب اس عدالت کے اختیارات بحال ہوئے اور عدالت کے روبرو ۱۱۳/درخواستیں جمع ہوئیں، تو بالآخر ۱۶/نومبر ۱۹۹۱ء کو اس عدالت نے بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دیا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم کے بقول: اس فیصلے کو لکھنے کے بعد نظرِ ثانی کی ضرورت تھی، جسے پورا نہ کرنے کی وجہ سے کچھ سقم رہ گئے تھے اور ضیاء الحق مرحوم

کی باقیات کے طور پر وجود میں آنے والی اسلامی جمہوری اتحاد (IJI) کی حکومت نے جون ۱۹۹۲ء میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردی، اس کے بعد حکومت نے پیروی نہیں کی اور ۱۹۹۹ء تک یہ قضیہ یوں ہی معلّق رہا، اب جب سپریم کورٹ کے بینچ نے اس کیس کی سماعت شروع کی تو حکومت نے اس فیصلے کے بارے میں دوبارہ شریعت کورٹ سے نظرِ ثانی کے لیے درخواست دینا چاہی، لیکن سپریم کورٹ نے سماعت جاری رکھی اور دسمبر ۱۹۹۹ء کو شریعت اپیلٹ بینچ نے اپنا فیصلہ سنادیا اور بینک انٹرسٹ کو ایک بار پھر عدالت نے ربا کے تحت داخل قرار دیا، اور یہ بھی قرار دیا کہ جون ۲۰۰۲ء تک یہ مالیاتی قوانین تبدیل کردیئے جائیں، ورنہ خودبخود ختم ہوجائیں گے، مگر جون ۲۰۰۲ء کی مقرّرہ تاریخ آنے پر حکومتِ وقت مزید ایک سال کی مہلت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی، دوسری طرف اس بینچ کے سابقہ جج صاحبان کو مختلف طریقوں سے ان کے عہدوں سے دور کردیا گیا اور نیا بینچ تشکیل پایا، جس نے یونائیٹڈ بینک کی اپیل پر ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۹ء کے فیصلوں کو کالعدم قرار دے کر امتناعِ ربا والے کیس پر نظرِ ثانی شروع کی۔ یہ وہی معنی خیز نظرِ ثانی تھی جو حکومتِ وقت شاید ۱۹۹۹ء میں چاہ رہی تھی۔ یہ نظرِ ثانی جون ۲۰۰۲ء سے شروع ہوکر اپریل ۲۰۲۲ء تک دوعشرے کھاگئی، مگر یہاں بھی فیصلہ وہی دہرایا گیا کہ بینک کا سود ربا کے زمرے میں آتا ہے، اسے ملکی معیشت سے ختم ہونا چاہیے۔

یہ فیصلہ کیا ہے اور کیسا ہے؟ اس کے بارے میں ہمارا مؤقف ۱۵ جون ۲۰۲۲ء کو روزنامہ جنگ میں شائع ہوچکا ہے،(۵) اس فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک نے نظرِثانی کی درخواست دائر کررکھی ہے، یہاں اس فیصلے کے تاریخی پسِ منظر اور نظرِثانی کے تسلسل کی روشنی میں چند باتیں اربابِ علم وصاحبانِ دانش کی خدمت میں مزید غور وفکر کے لیے عرض کرنا چاہتے ہیں:

❶- مسلمانانِ پاکستان یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ پاکستان میں جب بھی سود کی حرمت سے متعلق کہیں سے بھی مؤثر آواز آتی ہے یا قدم اُٹھتا ہے تو سود کو دوام و بقاء بخشنے والے مسلمان بھائی مختلف اعتراضات، اشکالات اور تحکّمات کی بوچھاڑ شروع کردیتے ہیں، اور اس کے خلاف کھلے عام ایسی محاذ آرائی شروع ہوجاتی ہے کہ حرام کہنے والے دفاعی پوزیشن پر چلے جاتے ہیں، یہاں ایک سچّا مسلمان پاکستانی یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ آیا یہ ملک اسلام پسندوں کا ہے یا صرف اسلام بےزاروں کا ہے؟

❷- پاکستان میں نظریۂ پاکستان کی منزل یابی کے لیے ۱۹۴۸ء سے تاحال جب بھی اسلامی نظام بالخصوص معیشت کی اسلام کاری کے حوالے سے اقدامات ہوئے، انہیں خوب سراہا گیا اور ایسے بعض اقدامات آئین کا حصہ بھی بن گئے، مگر ان پر عمل درآمد کے لیے آئینی اور انتظامی رکاوٹیں کھڑی ہوجاتی رہیں۔ غور کا مقام یہ ہے کہ ہمارے مخلص کوشاں طبقے نے اپنی جہدِ مسلسل کو جاری رکھا، مگر ان رکاوٹوں کے اصل ذمہ داروں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا تعیّن اور ان کے اِزالہ کی تدابیر سے روشناس نہیں فرمایا، جس سے کئی ابہامات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

❸ -۱۹۹۰ء کے بعد جب سے امتناعِ ربا کے لیے عدالتی راستہ اپنایا گیا ہے، اس وقت سے تاحال جب بھی کسی عدالت نے حرمتِ ربا کا فیصلہ سرزد کیا، اس کے خلاف اس سے بڑا انتظامی یا آئینی ادارہ سامنے آیا اور ہمیشہ ماتحت عدالت کے دائرۂ اختیار اور متعلقہ فیصلے کے فنی سقم کو بنیاد بنایا گیا۔ یہاں غور کا پہلو یہ ہے کہ آیا سود کو حرام قرار دینے والے ججز اپنے ادارے کی آئینی حدود، اپنے اختیارات سے ناواقف اور اپنی ضروری مہارتوں سے بے بہرہ تھے؟ یا پھر اس قسم کی عدالتیں اپنے آئینی وجود میں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے فیصلوں کو قبولیت اور پذیرائی مل سکے؟ ہمارے خیال میں دوسرا پہلو راجح ہے۔ اگلے نمبر میں اس کی مزید وضاحت ہے۔

❹ -وفاقی شرعی عدالت جس عظیم مقصد کے تحت معرضِ وجود میں آئی تھی، وہ بالکل واضح ہے، مگر روزِ اول سے اس کے فیصلوں کو غیر مؤثّر کرنے والے ’’چار مستثنیات‘‘ اس عدالت کے ہر فیصلے پر منڈلاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آج تک جب بھی اس عدالت نے امتناعِ ربا کا فیصلہ کیا، اسے عدالت کے مقررہ دائرۂ اختیار سے تجاوز قرار دے کر کالعدم یا نظرِ ثانی کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ یہاں پر مخلص مسلمان سوچنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ آیا اس عدالت کا دائرۂ کار محض کاغذات کے پلندے تیار کرنے تک محدود ہے؟ ان عدالتوں سے وابستہ ماضی یا حال کے جج صاحبان کے قیمتی اوقات اور محنتیں محض بہکاوا اور بہلاوا ہیں؟ اس ظاہری تأثر کے تحت یہی کہا جاسکے گا کہ وفاقی شرعی عدالت خود عدل وانصاف کی محتاج ہے۔ اس کے فیصلوں کو آئینی حیثیت دلانے کے لیے خود اس عدالت کو انصاف فراہم کیا جائے اور جن جج صاحبان نے ماضی یا حال میں اس عدالت میں خدمات انجام دی ہیں، ان کی خدمات کو کارِ عبث کی بجائے کارآمد قرار دینے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ اس معزز عدالت اور فاضل ججوں کے ساتھ مذاق بند کیا جائے، بصورتِ دیگر پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت جیسے اداروں کو اسلام اور نظریۂ پاکستان کے ساتھ تمسخر اور مذاق ہی سمجھا جائے گا۔

❺ -اسٹیٹ بینک کی جانب سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف نظرِ ثانی کی اپیل نے اس کی اپنی پوزیشن، اپنے ماتحت کام کرنے والے بینکوں اور ان بینکوں کے ذمہ داروں کے بارے میں کئی ابہامات واضح کر دیے ہیں۔ اب یہ غور کرنا ہوگا کہ:

(الف): اسٹیٹ بینک آف پاکستان، حکومتِ پاکستان کے زیرِ انتظام نہیں رہا، بلکہ ’’مدنی ریاست‘‘ کے نعروں کی گونج میں آئی - ایم - ایف کے تابع ہو چکا ہے۔ اب اسٹیٹ بینک سے ہم خیر کی کیا توقع رکھیں؟ یا اس سے نظرِ ثانی والی اپیل کی واپسی کا اصرار کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ اصرار کرتے ہوئے ہم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسٹیٹ بینک کو اسلامی احکام اور ملکی آئین کا پابند قرار دے سکتے ہیں؟

(ب): اسٹیٹ بینک ویسے بھی بینکاری کے عالمی قوانین کے مطابق ورلڈ بینک کی پالیسیوں کا پابند ہوتا ہے اور اسٹیٹ بینک کے واسطے سے سارے منسلکہ بینک اصولاً، انتظاماً ان پالیسیوں کے پابند ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ہمارے لیے کیسے ممکن ہوگا کہ اسٹیٹ بینک کے اجازت نامہ کے طفیل وجود میں آنے والے بعض بینکوں کو اسٹیٹ بینک کی علانیہ ہم نوائی پر ملامت کریں اور دوسرے بعض کو خاموش التزام پر کچھ نہ کہیں؟

(ج): اگر کوئی بینک خود کو اسٹیٹ بینک کی انتظامی پالیسیوں کے التزام سے مستثنیٰ سمجھتا ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ اس موقع پر کھل کر اسٹیٹ بینک کی مخالفت میں عدالت میں کھڑا ہو، بصورتِ دیگر ان کا طرزِ عمل، مجرمانہ خاموشی اور خاموش تائید شمار ہوگی۔ اس اخلاقی چیلنج کی رو سے اسٹیٹ بینک کی اپیل کی حمایت میں جن بینکوں کے نام لیے جارہے ہیں، ان کی طرح اسٹیٹ بینک کی N-O-C سے بینکنگ مارکیٹ میں آنے والے نام نہاد اسلامی بینک بھی برابر کے مجرم ہیں، اس لیے کہ اس ہم نوائی یا پیروی میں اسٹیٹ بینک کی اپیل جس شرعی دفعہ کے تحت جرم ہے، اسی دفعہ کے تحت اس کے ماتحت تمام بینک بھی مجرم ہیں، اس لیے کہ اب یہ سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ جنم پذیر جنم دہندہ کے تابع ہوتے ہیں۔

(د): اسٹیٹ بینک کی اس رٹ سے یہ بھی واضح ہوا کہ جزء ہمیشہ اپنے کل کا تابع ہوتا ہے، جب کل اصلاح کے قابل نہ ہو یا قابلِ اصلاح ہو، مگر اصلاح نہ کی جائے تو اس کے اجزاء کی اصلاح کا دعویٰ محض فریب ہی ہوسکتا ہے، فی زمانہ بطورِ خاص سوچنا چاہیے کہ جس اسٹیٹ بینک کو ہمارے بعض علماء کرام بڑے بڑے اسلامی تمغوں سے نوازتے ہوئے اپنے بینکوں کو اسلامی لائیسنس یافتہ قرار دیا کرتے تھے، اب ان کے دعووں کی صداقت کا کوئی عنوان نہیں بچا، بالخصوص ہمارے اسٹیٹ بینک کے مغرب بیاہ جانے کے بعد ہمارے پاس کیا جواز بچتا ہے کہ ہم اس اسٹیٹ بینک کے اسلامی جذبات اور اسلامی بینکاری کے شوق اور فروغ کے گن گاتے پھریں!

(ھ): اس واضح صورتِ حال کے بعد اسٹیٹ بینک اور (بجا یا بے جا طور پر) اس کی ہم نوا چاروں بینکوں کے بارے میں بینکوں سے وابستہ ہمارے معزز علماء کرام کا مؤقف قطعی غیر مبہم ہو جانا چاہیے تھا، مگر حیرت یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک، اس کے شریعہ ڈیپارٹمنٹ اور اس کی ملازمت کے بارے میں کسی کا کوئی ردِ عمل، احتجاج، استعفا، یا قطع تعلقی کا کوئی اعلان سامنے نہیں آیا۔ ہمارے بعض احباب نے صرف چار بینکوں کے بائیکاٹ پر ''دعوتِ دین'' کا فریضہ سنبھال رکھا ہے، مگر وہ بھی اس احتیاط کے ساتھ کہ ان چار بینکوں کی اسلامی کھڑکی کے پہرے دار وہاں سے استعفیٰ دینے کے شرعاً و اخلاقاً پابند نہیں ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(و): اسٹیٹ بینک کی اس اپیل سے ہمارے اسلامی بینکرز کے وہ دعوے بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں کہ اسٹیٹ بینک نے انہیں اسلامی اُصول پر تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اور سودی معاملات سے استثناء دے رکھا ہے۔ حالیہ فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک کی اپیل کے بعد کم از کم ہمارے ان معزز احباب کو اسٹیٹ بینک کی کُلّی اسلامیت اور اس سے مستفاد اپنی جزوی اسلامیت کے راگ اَلاپتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

فرحم الله من أنصف و بارك الله لمن حرم حرامه وأحل حلاله، آمين

حواشی وحوالہ جات

۱:- دیکھیں: 4B و 4C اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ (1956ء)

۲:- ''قانون'' میں کوئی رسم و رواج شامل ہے جو قانون کا اثر رکھتا ہو، مگر اس میں دستور، مسلم شخصی قانون، کسی عدالت یا ٹریبونل کے ضابطہ کار سے متعلق کوئی قانون یا، اس بات کے آغازِ نفاذ سے [دس] سال کی مدت گزرنے تک، کوئی مالی قانون یا محصولات یا فیسوں کے عائد کرنے اور جمع کرنے یا بیمہ کے عمل اور طریقے سے متعلق کوئی قانون شامل نہیں ہے: آرٹیکل ۲۰۳ ب۔ (ج)، آئین پاکستان

۳:- غازی، محمود احمد، اسلامی بینکاری - ایک تعارف، ص: ۹۵-۹۶، زوار اکیڈمی، ۲۰۱۰ء

۴: ایضاً، ص: ۹۷

۵: امتناعِ رِبا...... وفاقی شریعت عدالت کا فیصلہ (jang.com.pk)

..... ✵ ..... ✵ ..... ✵ .....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com